دھرماتما لوگ بھاری دُکھ اُٹھانے پر بھی اس قسم کی موت مرنا نہیں چاہتے۔

جب کوئی پُرش اپنے پُنیہ اور دھرم کی اپنے مُکھ سے پرشنسا (تعریف، ستائش) کردے۔ تو وہ پُنیہ اور دھرم سب نشٹ (برباد) ہو جاتے ہیں۔

پُنیہ وہ ہے۔ جس کے کرم اور بھوگ میں نیائے (انصاف) ہو۔

پُنیہ پران داتا ہے ——— (نیکی زندگی بخش ہے)

پُنیہ ہی جیون دان کر سکتا ہے۔

نیائے اور دَیا ایشور کے سوا بھاوِک (قدرتی) گُن (اوصاف) ہیں۔

ہے ایشور! تیری مہانتا (عظمت) اور اُدارتا (کریمی) اتنی وِچتر (گوناگوں۔ عجیب وغریب) ہے۔ کہ ہم تجھے سُمرن (یاد) کریں یا نہ کریں۔ مگر تو کسی کو بھی نہیں بسارتا (بھلاتا۔ بھولتا)۔

ہمارے دیہہ (جسم) کو اپنی چاتا اور سُندرتا (خوبصورتی۔ جمال) سے اُجّل (شفاف) اور پُورش کر۔ اس کو کُٹلتا (ٹیڑھاپن۔ بدباطنی)، کٹھورتا (سنگدلی، بے رحمی)، کوسنسکاروں (رسومِ بد، حرکاتِ فاسد) سے پاک کر۔

ہموار جگہوں میں سبھی بیل بوجھ اُٹھا سکتے ہیں۔ مگر اونچی، نیچی، پتھریلی جگہوں پر کوئی مضبوط انگ (جسم) والا بیل ہی بھاری بوجھ کو اُٹھا سکتا ہے۔ معمولی بیل وہاں کام نہیں دے سکتا۔

پرانی ماتر (جملہ ذی روح) کوئی کسی مارگ (راستے) سے جاتا ہے۔ کوئی کسی مارگ سے۔ مگر جا رہے ہیں سب بھگوان ہی کے پاس۔

سَتیہ وادی (راست باز) میں سہن شکتی (قوتِ برداشت) ہو جاتی ہے۔ اور کرودھی میں اَسہن شکتی (عدمِ تحمل۔ تنگ ظرفی) سے بُدھی اور گیان کا ناش ہو جاتا ہے۔

آشا (اُمید) ہی پُرش (انسان) کو کرش (کمزور، ہلکا) کرتی ہے۔ آشا میں پھنسے ہوئے پُرش کی مانند کوئی بھی کمزور نہیں ہے۔

آشا کا کوئی انت نہیں ہے۔

میں کون ہوں۔ کہاں ہوں۔ کہاں سے آیا ہوں۔ اور کہاں جاؤں گا، کس لیے اس سنسار میں آیا ہوں اور کیوں شوک کرتا ہوں۔ اس بارے میں گیانی پُرش کو وِچار (غور کرنا) چاہیے۔

گولر میں رہنے والے کیڑوں اور گولر میں اور جل میں رہنے والی مچھلیوں اور جل میں جو بھید (فرق) ہے۔ ویسا ہی بھید پرماتما اور جیوآتما میں سمجھنا چاہیے۔

ندی اور پانی، سورج اور کرن کا جیسا تعلق ہے۔ ویسا ہی سمبندھ (تعلق) شریر اور آتما (رُوح) کا ہے۔

پریم اور تیاگ کا واستوِک ستھان (صحیح مقام) مَن ہی ہے۔

غصّہ دلانے پر جو غصّے میں نہ آئے۔ وہ غصّہ دلانے والے کے پُنیہ کا اُدھکاری (حقدار) ہو جاتا ہے۔

مُنہ سے تلخ بات نکلتے ہی اس کی وجہ سے دن رات سنتاپ (غم، فکر، رنج) رہتا ہے۔ اس لیے بُدھیمان پُرش (مردِ دانا) تلخ بات مُنہ سے کبھی نہ نکالے۔

جیسے کمل کے پتّے پر جل نہیں ٹھہرتا ہے۔ ویسے ہی آتما کے پانے کی کوشش کرنے والے شاستر گیاتا (جاننے والے) شُدھ چِت (پاک دل) پوِتر گیانیوں کے دل میں سنیہہ (موہ) ٹھہرنے نہیں پاتا۔

صرف بھگوان کے لئے سَم بُدھی سے (سُکھ۔ دُکھ۔ ہان لابھ کو یکساں سمجھ کر) کرم کرنے کا نام نشکام کرم یوگ ہے۔ اس کو سمتوہ (سمتا) اور بُدھی یوگ بھی کہتے ہیں۔ یعنی کرم میں "مَیں پن" نہ رکھنا —— اس کے پھل کو ایشور پر چھوڑ دینا۔

نشکام کرم کرنے سے موہ کا جال انتہ کرن (ضمیر۔ باطن۔ دل) سے اُتر جاتا ہے اور بُدھی شیشے کی طرح صاف ہو جاتی ہے۔

جو وستو (چیز) انگ بن جائے۔ اس کا بوجھ نہیں محسوس ہوتا۔

جس پُرش کو آتما کا گیان ہو جاتا ہے۔ اسے سنسار کا بھے (ڈر) نہیں رہتا۔

دیا کی مانند دھرم، کشما (عفو) کے برابر بل، آتم گیان کے برابر گیان اور ستیہ (صداقت) کے برابر سریشٹھ (افضل) تپ نہیں ہے۔

سوتے ہوتے آدمی کی طرح سُکھ دُکھ سے رہت اور ہوا سے محفوظ جلتے ہوئے دیپک کی طرح نشچل (اچل، اٹل، قایم) رہنا ہی پرسنّ چِت (شاد دل) منشیوں کے لکشن (اوصاف) ہیں۔

ایسی بات کہنی چاہیے جو ساڑتھک (پُرمعنی)، میٹھے شبدوں والی، سَرل (سیدھی سادی، سچی) مختصر اور رسیلی ہو۔

وُکتا (بولنے والے) اور شروتا (سُننے والے) کا آشے گُرن الگ الگ وچاروں والا ہوتا ہے۔ وُکتا اور شروتا جب دونوں ایک سے ہوتے ہیں۔ تب اَرتھ (مطلب) پرکاشِت (روشن، نمایاں) ہوتا ہے۔

جو آدمی اپنے اور سُننے والے کے مَن کے مطابق بات کرتا ہے۔ اسے اچھا وُکتا کہتے ہیں۔ اور اس کی بات کو ساڑتھک (بامعنی۔ بارور۔ پُرمغز)۔

کامنا کا ناش ہی پرم سُکھ کا کارن ہے۔

جو بدھیمان پُرش خوب سوچ وچار کرکے دھرم، اَرتھ اور کام ان تینوں کا سیون (استعمال، خدمت، سیوا) کرتا ہے۔ وہی اُتم آدمی ہے۔

راگ اور دویش سے رہت (رغبت و نفرت سے مُبرّا) مہاتما جن (لوگ) ہی تیاگی ہیں۔

سب وِدیاؤں کے ماہر مہاتما جن ہی سچے چکھشو مان (آنکھوں والے، دیدہ وَر) ہیں۔

جو پرائی عورت کو ماں، پرائی دولت کو مٹی کے ڈھیلے اور سب جانداروں کو اپنے آپ کی مانند دیکھتا ہے۔ وہی دراصل دیکھتا ہے۔

راگ، دویش اور سنیہہ میں پھنسے ہُوئے پُرشوں کی مُکتی (نجات۔ بخشش) نہیں ہوتی۔

جس طرح راہ چلتا مسافر اردگرد کے نظاروں میں اٹک کر اپنی منزل کھوٹی کرتا ہے۔ اسی طرح راگ دویش میں پھنسا ہُوا انسان گیان کی منزل طے نہیں کر سکتا۔

جو دھرم جگیاسو (متلاشی۔ طالب) ہو کر سوال کرے۔ اسے دھرم اُپدیش (تعلیم) کرنا ہی چاہیے۔

دھرم جگیاسو پُرش کو اُپدیش (ہدایت) نہ کرنے سے پاپ میں پھنسنا پڑتا ہے۔

اَپاتر (نامستحق) کو اُپدیش دینے سے کچھ فائدہ نہیں۔

راحت کا نام سَورگ (جنّت) اور تکلیف کا نام نرک (دوزخ) ہے۔

جو پریتی الگ ہو کر پھر جڑتی ہے۔ اس میں سنیہہ نہیں رہتا۔

جن لوگوں میں ایک بار آپس میں دشمنی ہوئی ہے۔ پھر ان لوگوں میں ویسی صلح کبھی نہیں ہو سکتی۔

دوست کے ساتھ دشمنی ہونے پر پھر اس کا وشواس (اعتبار) نہ کرو۔ کیونکہ لکڑی میں چھپی ہوئی اگنی (آگ) کی طرح دشمنی بھی اندر ہی اندر چھپی رہتی ہے۔

آخر کو جس میں سُکھ ہو۔ وہی سُکھ ہے۔

کپٹ رہت ہو کر سب کے وشواس پاتر (معتمد۔ اعتباری) بنو۔

ادھرمی پُرشوں کی سنگت مت کرو۔

رات کے وقت پیٹ بھر کر بھوجن نہ کرو۔

جو پاپ کرتا ہے۔ وہ اپنے پاپ سے آپ ہی نشٹ (فنا، تباہ) ہو جاتا ہے۔

ثقیل غذا جیسے ہضم نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ادھرم بھی کبھی ہضم نہیں ہوتا۔ ادھرم کا پھل اسی وقت دکھائی نہیں دیتا۔ مگر جس طرح زمین کو جوتنے بونے سے مناسب وقت پر وہ پھل دیتی ہے اس طرح ادھرم بھی آہستہ آہستہ بڑھ کر مناسب وقت پر پاپی کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ جس طرح بہت سا بھوجن کرنے سے اسی سمے (وقت) نقصان نہ ہونے پر بھی آخر میں ضرور ہی نقصان ہوتا ہے۔ ویسے ہی پاپ کا پھل اگر پاپی کے جیتے جی دکھائی نہ دے۔ تو اس کے بیٹے یا پوتوں میں ضرور ہی دکھائی دے گا۔

کل (خاندان) کی رکھشا کے لیے ایک آدمی کو گاؤں کی رکھشا کے لیے سارے کل کو ملک کی رکھشا کے لیے سارے گاؤں کو اور اپنی رکھشا کے لیے ساری دنیا کو تیاگ دینا چاہیے۔

درخت کی جڑ کاٹ دینے سے اس کی ٹہنیاں اور پتے قائم نہیں رہ سکتے جب جڑ ہی کٹ گئی تو پھل پھول کہاں سے ہوں گے؟

جیسے درخت کی کھوہ کی اندر کی آگ درخت کو جلا دیتی ہے۔ ویسے ہی وشے آسکتی (فریفتگی۔ لذت پرستی) خواہ جتنی تھوڑی ہو۔ دھرم اور ارتھ کے خیالات کو جڑ سے جلا دیتی ہے۔

سارے شُبھ کرم (نیک کام) آسکتی (لگاؤ) اور پھل کو تیاگ کر کرنے چاہئیں۔

بنا تیاگ کے سکھ نہیں ملتا۔ بنا تیاگ کے پرم پدارتھ (برہم) پراپتی (حصول) نہیں ہوتی۔

بنا تیاگ کے انسان ، نڈر اور بے فکر ہو کر نہیں سو سکتا۔

جو بھی شبھ کرم پھل کی اچھا (خواہش) نہ کرکے پرماتما کے ، نمت (سبب خاطر، لیے) کیا جاتا ہے۔ وہ ست کہلاتا ہے۔

جس کرم میں برہم کی بھاونا (کیفیت) نہیں ہوتی۔ وہ نشپھل اور دکھدائی (دکھ دینے والا) ہے۔

جیسے آکاش میں پرندوں اور پانی میں جل چروں (پانی میں چلنے والے ، آبی جانوروں) کی گتی (چال۔ رفتار) دکھائی نہیں دیتی۔ ویسے ہی دھرماتما لوگوں کی مہما (عظمت۔ کشف وکرامت) ہماری بدھی سے پرے ہے۔

اختلاف خلق میں پڑ کرتی یا مادے کا ہے۔ آتما کا نہیں۔ آتما تو سب جگہ گیان سروپ ایک جیسا ہے۔ آتما نراکار (بے شکل وشباہت) اور نروکار (بے نقص وخلل ، یکساں) ہے اور سدا ایک رس رہتا ہے۔ آتما اننت اور اکھنڈت ہے۔ اوناشی (اوناشی۔ لافانی) سرب بیاپک (سترو ویاپک۔ محیط کل) ہے۔ استھر (ستھر ، قائم) نشچل (اچل۔ برقرار) ہے۔ سناتن پراین (ازلی وابدی) ہے اویکتا (مخفی) ہے۔ اچھوت ہے۔ کچھ کارج کرت (کام کاج) نہیں کرتا کرنہار (کرنے والا) ہے۔ یتھاوت (الآن کما کان) ہے۔ جنگم (متحرک) ہے۔ انادی (ازلی) ہے۔ اس کا آد (آغاز) اور انت (انتہا) نہیں۔ نرگن اور گن رہت ہے۔ نربندھ ، نرلیپ (بے تعلق۔ بے لگاؤ) اور نراشا ہے۔

وشے میں من کی اٹک کو سنگ یا آسکتی کہتے ہیں۔ جو شخص وشیوں کا تیاگی ہے۔ اسے وشیوں سے ورکت (تیاگی ، تارک) نہیں کہتے۔ بلکہ جو شخص وشیوں کے سماگم (ملاپ) میں دوش سمجھتا ہے اور ویر (دشمنی) کرودھ اور اپنے پنے سے خالی رہتا ہے۔ وہی سچ مچ تیاگی ہے۔

بدھی ، شانتی ، اندریہ نگرہ (ضبط حواس) اور دھن کا تیاگ ہی بدھیمان پرش کے گن ہیں۔

انوبھو (تجربہ) کا پھل سوشیلتا اور نیک چلنی ہے۔

وِدھاتا (تقدیر، ربُّ العزّت) پرانی کو کرم کے انوسار (مطابق) پھل دیتے ہیں۔

منشیہ منن سے بنا ہے۔ جس کے معنی عقل و دانش کے، سوچنے کے اور وِچار کرنے کے ہیں۔

جو کوئی سانپ کی کینچلی کی طرح غُصّے کو اپنے دل سے ہٹا دیتا ہے۔ وہی انسان کہلانے کے لائق ہے۔

جس میں دھیرج (مستقل مزاجی) اور دان شکتی ہے۔ وہی دھرماتما ہے۔

جو صرف شہد دیکھ کر درخت پر چڑھ جاتا ہے۔ اور اپنے گرنے کا خیال نہیں کرتا۔ وہ درخت سے گر کر دُکھ بھوگتا ہے۔

جو آپ ہی آگ بھڑکا کر کپڑے سے اسے ڈھکتا ہے۔ اسے پنڈت نہیں کہتے۔

گیانی آدمی کو ہمیشہ اپنا مَن شانت رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

گیانی آدمی سب سے دوستی رکھتا اور اہنسا اور دھن پراپتی (حصولِ زر) کا تیاگ کر کے اِندریوں کو بُدھی کے بس میں رکھتا ہے۔

ہتھیار جسم میں لگنے سے تو نکالے جا سکتے ہیں۔ مگر بچن رُوپی تیر کا نکلنا بہت مشکل ہے۔ بچن روپی تیر جسے لگتا ہے۔ اس کا دِل چھلنی ہو جاتا ہے۔

پریہ (میٹھے) بچن سے سب لوگ ہی بس میں ہو جاتے ہیں۔

شانت بچن ہی پھلدائی ہوتا ہے۔

کسی کو دوسرے کا کیا ہُوا پُنیہ یا پاپ نہیں بھوگنا پڑتا۔ کوئی کسی کے بدلے میں سورگ یا نرک میں نہیں جاتا۔ جو آدمی جیسے کرم کرتا ہے۔ اُسے ویسے ہی پھل ملتے ہیں۔

منش کے پاس جتنا ستھان (مقام، جگہ) ہے۔ جتنی سامرتھ (طاقت) ہے۔ اتنا ہی آنند اس میں سما سکتا ہے۔ اَدِھک (زیادہ) نہیں۔ منش الپ (محدود) ہے۔ تھوڑے ہی آنند سے سیر ہو جاتا ہے۔ تھک جاتا ہے۔

اگیان کے ذریعے کیا ہُوا پاپ تپ کے ذریعے نشٹ ہو جاتا ہے۔ مگر جان بُوجھ کر کیا ہُوا پاپ دُکھدائی ہوتا ہے۔ جیسے بنا رنگا ہُوا کپڑا میلا ہونے پر صابن وغیرہ سے صاف کیا جاتا ہے۔ مگر رنگا ہُوا کپڑا سفید نہیں ہوتا۔ ایسے ہی اگیان سے کیا ہُوا پاپ پرایشچت سے دُور کیا جا سکتا ہے۔ مگر گیان

پُورْوَک (جان بُوجھ کر کیا ہُوا) پاپ کسی طرح نہیں چھُوٹ سکتا۔

جس طرح صابن سے میلے کپڑے کا مَیل دُور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پُنیہ کرنے والا آدمی دھرم کے کام کر کے پاپ کو نشٹ کرنے میں سمرتھ (قادر، توانا) ہوتا ہے۔

جو آدمی بھگت، اَنُورکت (مُحِبّ)، آشرت (شرناگت - پناہ میں آیا ہوا) کی رکھشا کرتا ہے۔ وہ پرلوک میں سُکھ بھوگتا ہے۔

اَبدھیہ (نہ مارنے لایق - ناکُشتنی) آدمی کو مارنے سے جیسا پاپ ہوتا ہے۔ بدھیہ (مارنے لایق - کُشتنی) آدمی کو نہ مارنے سے بھی ویسا ہی پاپ ملتا ہے۔

جیسے بچھڑا چار تھنوں سے دُودھ پیتا ہے۔ ویسے ہی سَتیہ، سَنیم (خود ضبطی) کشما اور گیان ان چار گنوں میں مگن رہنا ہی بھلے آدمیوں کا کام ہے۔

پاپ کو چھُپا رکھنے سے وہ بڑھتا ہے۔ جس طرح نمک پر پانی چھوڑ دینے سے وہ گل جاتا ہے۔ اسی طرح پرایشچت کرنے سے پاپ کا ناش ہو جاتا ہے۔

سُنسان جگہ میں پاپ کر کے کسی کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ میرا یہ پاپ کسی کو معلوم نہ ہو سکے گا۔ سُنسان جگہ میں پاپی جو پاپ کرم کرتے ہیں۔ اسے دن رات اور چھ موسم دیکھتے رہتے ہیں۔

اس سنسار میں جو پُرش کسی کے دھن کو ہرن کرتا (چھینتا) ہے۔ وہ اس کے دھرم کو بھی ہر لیتا ہے۔

دھنی آدمی کے سب سگے ہوتے ہیں۔ غریب کا کوئی سگا نہیں ہوتا۔

اس سنسار میں مفلسی بہت پاپ کرانے والی ہے۔

جیسے سب دریا پہاڑوں سے نکل کر آہستہ آہستہ وسیع ہوتے جاتے ہیں۔ ویسے ہی بہت سے دھن سے سب کام آہستہ آہستہ آپ ہی سدھ (ٹھیک، درست) ہو جاتے ہیں۔

دھن کے بغیر اس جگت (جگ - جہان) میں انسان دھرم، ارتھ، کام اور موکھش (مُکتی - نجات) کا کوئی کام نہیں کر سکتا۔

نِردھن (بے زر، نادار) ہونے سے جیسے کیش اور سَتیہ بچن نہیں ہوتا۔ ویسے ہی نِردھن پُرش جیتے جی مُردے کی طرح وقت گزارتا ہے۔

اس سنسار میں جس کے پاس دھن ہے۔ اسی کے مِتر اور رشتہ دار ہیں۔

جس کے پاس دھن ہے وہی پنڈت ہے وہی مہاپُرش (بڑا آدمی) ہے۔

جیسے مہابلوان ہاتھیوں سے دوسرے ہاتھیوں کو پکڑ لیتے ہیں۔ ویسے ہی دھن سے سب پرِیوجن (مطلب) سِدھ ہو جاتے ہیں۔

دوسروں کا اَنشٹ (نقصان) کیے بغیر دھن پراپت نہیں ہو سکتا۔

جیسے پہاڑ سے ندی پرگٹ (نمودار) ہوتی ہے۔ ویسے ہی دھن سے دھرم پرگٹ ہوتا ہے۔

جس طرح ندی کی تیزی ہاتھیوں کو ڈبو نہیں سکتی۔ اسی طرح یوگ بل رکھنے والے یوگیوں کو وِشے ڈانواں ڈول نہیں کر سکتے۔

جنہوں نے گیان مارگ (جادۂ علم و عرفاں) کو پا لیا ہے۔ وہ شوک نہیں کرتے۔

شوک (رنج، غم) کرنے سے گئی ہوئی چیز واپس نہیں مل سکتی۔

شوک کرنے سے دُکھ نہیں مٹ سکتا۔ بلکہ اپنی طاقت کا ناش ہوتا ہے۔

چِنتا کرنے سے دُکھ کا ناش (خاتمہ) نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔

چِنتا غصہ ور سانپ کی طرح مُورکھ کے پران کو ہر لیتی ہے (جان لے لیتی ہے)۔

چِنتا تنکوں سے بھی بے شمار ہے۔

شارِیرِک (جسمانی) کے بغیر مانسک (دماغی۔ دلی) اور مانسک کے بغیر شارِیرِک دکھ پیدا نہیں ہوتا۔ شریر کے تندرست نہ رہنے سے مانسک دکھ پرگٹ ہوتا ہے۔ اور مانسک کشٹ (تکلیف) پرگٹ ہونے سے ہی جسم ڈھیلا (بیمار) پڑ جاتا ہے۔

انسان کا من سِدھ جانے پر گیان اُدے (طلوع، ظاہر) ہوتا ہے۔

گیان ہو جانے پر سمپُورن (تمام) وِشے خواب سے ہو جاتے ہیں۔ اور من بھی پرکاشمان (منور)، وابستا رہت (بے مدعا)، شکتی مان (طاقتور) اور بلوان ہو جاتا ہے۔

وِشئی (عیشی۔ لذت پرست) آدمی کی بُدھی ہمیشہ چنچل رہتی ہے۔ اور وہ موہ مایا میں پھنس کر اس لوک اور پرلوک میں اننت کال تک دُکھ بھوگتا ہے۔

بھگتی رہت آدمی کبھی پرماتما کا ساکھشاتکار (دیدار) نہیں کر سکتا۔
خواب میں بھی من تو جاگتا ہی رہتا ہے۔
من بڑا چنچل، فسادی، بلوان، دِردھ (سخت، مشکل سے بس میں آنے والا) ہے۔ اس کو روکنا ایسے ہی ہے۔ جیسے ہوا کو روکنے کی کوشش کرنا۔
من کبھی سِتھر (ساکن) نہیں رہتا۔ وہ اِندریوں (حواس) کو ہمیشہ وِشیوں (لذت) میں لگاتے رکھتا ہے۔ چنچل من کو ایکاگر (یکسو) کر کے اپنا کلیان کرنا چاہیے۔
جیسے دھول، راکھ اور سوکھے گوبر کے چورن پر پانی چھڑکنے سے وہ جلدی گیلے نہیں ہوتے۔ دیر تک چھڑکتے رہنے سے ہی گیلے ہوتے ہیں۔ ویسے ہی من کو آہستہ آہستہ ابھیاس (مشق و ریاضت) اور ویراگ (تبتّل) سے بس میں لایا جا سکتا ہے۔
جیو آتما آپ ہی اپنا متر اور آپ ہی اپنا دشمن ہے۔
جس نے اپنے آپ کو جیت لیا ہے۔ اس کا من شانت ہوتا ہے۔
جیسے سورج صبح کے وقت اُدے ہو کر ساری تاریکی نشٹ کر دیتا ہے دھرماتما آدمی بھی اسی طرح سب پاپوں کو نشٹ کیا کرتا ہے۔
جیسے دہی سے مکھن، تلوں سے تیل، مٹھے (چھاچھ) سے گھی، لکڑی سے پھول اور پھولوں سے شہد سرلیشٹ ہے۔ ویسے ہی دھرم اور ارتھ کے کام سرلیشٹ ہیں۔
دھرم کے دوار (دروازے) بہت سے ہیں۔ اس لوک میں دھرم کے لیے کیا ہوا کوئی بھی کام نشپھل (رائیگاں) نہیں جاتا۔
کبھی کبھی دھرم کی اَدھرم میں اور اَدھرم کی دھرم میں گنتی ہو جاتی ہے۔
کام ہی دھرم اور ارتھ سوروپ ہے۔ کامنا نہ ہو۔ تو لوگوں کی بہت طرح کی کوششیں بھی سپھل (بارور) نہ ہوں۔
جو لوگ راہِ راست اختیار کرتے ہیں۔ انہیں کسی قسم کا ڈر نہیں رہتا۔
سنیاس (سنّیاس، کرموں کا پھل تیاگ) ہی پرم تپ ہے۔
سب اپنے بُرے کاموں کے کارن ہی دُکھ بھوگتے ہیں۔
انسان کا جنم ہوتے ہی بڑھاپا اور موت اس کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔

ہر رات کے گزرنے پر سویرا ہوتے ہی عمر گھٹ جاتی ہے۔
کامی (عیش پرست) اور لوبھی (طامع، لالچی) آدمی کی عمر گھٹ جاتی ہے۔
بڑے بوڑھوں کا آدر (اکرام و احترام) کرنے سے عمر، ناموری اور دولت بڑھتی ہے۔
انسان کو اچھے کاموں کے ذریعے اپنی عمر بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔
دھرم کرنے کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ دھرم کے کام اکیلے ہی کرنے چاہییں۔
آگ میں جھلسے ہوئے بیج نہیں اُگتے۔
سینچا ہوا کھیت۔ بیج کو پیدا کرتا ہے۔ بھُنا ہوا بیج سینچی ہوئی زمین میں پڑا رہنے پر بھی نہیں اُگتا۔ اس میں سے انکر نہیں نکلتا۔
بھوک سواد اُتپنّ (پیدا) کرتی ہے۔ اور دھنوانوں (دھن والوں) کو نہیں لگتی۔
دھنوان آدمی کال گرہست کی طرح سدا بیاکل رہتا ہے۔
جیسے ہوا شُنْر ڈکال (جاڑے) کے بادلوں کو اُڑا کرلے جاتی ہے۔
ویسے ہی شری (لکشمی، جاہ و حشمت، مال و زر) دھنوان پرشوں کے چت کو بڑی مار کھا کے ہٹا دیتی ہے۔
جو لوگ دھن وغیرہ کو ترک کرکے آزاد اور آشا (ترشنا) رہت ہوئے ہیں۔ موت تک بھی اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔
جو آدمی سب پرانیوں کی بھلائی کرتا ہے۔ اور کسی سے دویش نہیں رکھتا وہ بھرے سروور (تالاب) کی طرح خوش رہتا ہے۔
جو آدمی مت آہاری (تھوڑا بھوجن کرنے والا، کم خور) ہے۔ اور شُدّھ چت ہو کر رات کے پہلے اور پچھلے حصے میں پرماتما کے ساتھ جیو آتما کو ملاتا ہے۔ اس کو جیو آتما میں اسی طرح پرماتما کے درشن ہوتے ہیں۔ جس طرح شیشے میں اپنا مُنہ دیکھا جاتا ہے۔
پھل کرم سے، کرم بُدّھی سے، بُدّھی گیان سے اور گیان آتما سے پیدا ہوتا ہے۔

ایندھن میں چھپی ہوئی اگنی پر جیسے ہوا کا اثر نہیں ہوتا۔ ویسے ہی وشیوں میں پھنسا ہوا آدمی پرماتما کا درشن نہیں کر سکتا۔

جو آدمی ارتھ اور کام کو فانی سمجھ کر ان کا تیاگ کر دیتا ہے۔ وہی دھیان شیل اور تتو درشی (حقیقت نگر) آتما کا درشن کرتا ہوا ترپت (سیر، آسودہ کام) ہوتا ہے۔

جیسے دیپک کے ذریعے اندھیرے گھر میں اُجالا ہوتا ہے۔ ویسے ہی گیان کے ذریعے پرماتما کے درشن ہوتے ہیں۔

جیسے لکڑی کے اندر کی آگ لکڑی کو کاٹ دینے پر بھی دکھائی نہیں دیتی۔ ویسے ہی جسم کو کاٹ ڈالنے پر بھی اس میں گیان مے (پُر گیان۔ عرفانی) آتما کا درشن نہیں ہو سکتا۔ جیسے لکڑی کے رگڑنے پر اس کے اندر کی آگ پرگٹ ہوتی ہے۔ ویسے ہی یوگ کے پربھاؤ سے دیہہ میں براجمان (مقیم) آتما کا ساکھشا تکار (درشن) ہوتا ہے۔

گیان یوگ سب سے سریشٹ ہے۔ سارے یوگ گیان پانے کے لیے ہی سادھے جاتے ہیں۔ جہاں گیان پیدا ہوا۔ وہیں سب یوگ اس طرح مٹ جاتے ہیں جیسے پھل لگنے سے پھول جھڑ جاتے ہیں۔

سرو ویاپی (محیطِ کُل) پرم اُتکرشٹ (اعلیٰ، لافانی —— خداتعالیٰ) سدا ہی یگیہ میں وِدّمان (موجود) رہتا ہے۔ گیان کا پھل موکش یعنی سنسار بندھن سے مُکت (آزاد) ہو جاتا ہے۔ اس لیے گیان یگیہ ہی سب سے بڑھا ہوا ہے اور اس میں سارے کرم سماپت (ختم، مدغم) ہو جاتے ہیں۔

جو گیان میں کرم اور کرم میں گیان کو دیکھتا ہے۔ وہی گیانی ہے۔

گیان اور ودیا کی مانند آنکھیں، راگ (موہ) کی مانند دکھ، ستیہ کی مانند تپسیا اور سنیاس (کرم پھل تیاگ) کی مانند کوئی سُکھ نہیں ہے۔

انسان اپنے لیے جو باتیں اچھی سمجھے۔ ویسے ہی دوسروں کے لیے بھی سمجھنی چاہییں۔

جو آدمی دوسروں کے جس کام کی نندا (مذمت) کرے۔ اسے خود ہی کام نہیں کرنا چاہیے۔

جو آدمی خود زندہ رہنا چاہتا ہے۔ اسے دوسرے کے پران لینا ہرگز جائز

نہیں۔

جو انسان دوسرے کے ذریعے کیا ہوا اپنا اَنِشٹ (نقصان) نہیں سہ سکتا۔ تب کیا اسے دوسروں کا نقصان کرنا چاہیے؟

ترِشنا (تشنگی۔ ہوس) کا اَنت نہیں ہے۔

سنتوش، نِشکام بھاؤ (بے لوثی)، کسی سے کچھ آشا (توقع۔ اُمید) نہ رکھنا۔ دھیرج (استقلال) اور آتم گیان میں رغبت۔ یہ سریشٹ گیان پراپت کرنے کا سادھن (ذرائع) ہیں۔

جنہیں کسی بھی چیز کی آشا (ترِشنا) نہیں۔ وہی سُکھ سے سوتے ہیں۔ کیونکہ نِراشا (ناامیدی) ہی پرم سُکھ ہے۔

لگن اور دل جمعی کے ساتھ کام کرنے سے انسان کی قوت اور مرتبہ بڑھتا ہے۔

بُدھیمان آدمی (مردِ خردمند) کو چاہیے۔ ناشکرے آدمی کے ساتھ میل ملاپ نہ کرے۔ کیونکہ ناشکرا آدمی کامیاب ہوکر احسان کی بے قدری کیا کرتا ہے۔

جو آدمی کسی کے احسان کا خیال نہیں رکھتا۔ اس ناشکرے آدمی کو برہم ہتیا کرنے کا پاپ لگتا ہے۔

برہم گھاتی (براہمن کُش) شرابی، چور اور اپنا بچن پورا نہ کرنے والے لوگوں کا بھی کبھی کبھی اُدھار (رہائی، بچاؤ) ہوسکتا ہے۔ مگر ناشکرے آدمی کا اُدھار کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ وہ سدا نرک بھوگا کرتا ہے۔

جو کُل کلنکی (خاندان کی عزت کو بگاڑنے والے)۔ نیچ۔ متردروہی (دوست سے غداری کرنے والے) بے رحم اور ناشکرے ہیں۔ گِدھ، کتے اور دوسرے گوشت خور جانور بھی انہیں نہیں کھاتے۔

اس سے بڑھ کر کوئی پاپی نہیں۔ جو مِتر کے ساتھ دروہ (بگاڑ، دشمنی) کرے۔ وِشواس گھات (دغابازی) کرے۔ جو کِرتگھن (اکرتگیہ، ناشکرگزار) ہو۔

جو کسی کے کیے ہوئے احسان کو نہیں بھولتا۔ وہی ست پُرش (مردِ بزرگ و شریف) ہے۔

احسان مند آدمی بدلے میں بہت سے احسان کر کے بھی اپنے مُحسن کے کیے

ہوئے احسان کا بدلہ نہیں چُکا سکتا۔ کیونکہ احسان مند تو احسان کرنے والے کے پہلے احسان کو یاد کرکے احسان کیا کرتا ہے۔ اور پہلا مُحسن نِشکام بھاو سے (بلا غرض و معاوضہ) ہی احسان کیا کرتا ہے۔

شردھا وان (با ارادت) آدمی ادنیٰ ذات سے بھی اچھی وِدیا سیکھے اور زہر سے بھی اَمرِت نکال لے۔

نشیلی شے عقل کو زائل کرتی اور تموگُن (اگیان) کو بڑھاتی ہے۔

اچھے ذریعے سے دھن پیدا کرکے شانت چت سے ست پاتر (مستحق) کو دان دو۔ دان کرکے پھر اس کے لیے نہ پَشچا تاپ (تاسّف) کرو۔ اور نہ اس کا ڈھنڈورا پیٹو۔

اَپاتر (نامستحق) کو دان دینے سے دان کرنے والا اُلٹا پاپ میں پھنس جاتا ہے۔

جسے دان دینا ہے۔ اس کے پاس جاکر اسے خوش کرنے کے لیے جو دان دیا جاتا ہے۔ وہ سب سے سریشٹ (افضل) ہے۔ مانگنے پر جو دیا جاتا ہے وہ درمیانہ اور شردھا رہت اَنادَر (بے عقیدگی و بے توقیری) کے ساتھ جو دیا جاتا ہے۔ وہ ادنیٰ دان ہے۔

دان سے بڑھ کر اَکھشے (لازوال) پھل دینے والا اور کوئی کرم نہیں ہے۔

اپنی ضرورت بھر کے لیے دھن رکھ کر باقی سب غریبوں کو دے دیا کرو۔

جو شُدنی بات ہے۔ اُسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ قسمت کی گانٹھ کو کوئی نہیں کاٹ سکتا۔ نہ کوئی لیکھ میں میخ لگا سکتا ہے۔ اپنے کرم کے پھل کو کوئی بھی نہیں بدل سکتا۔

جو کام ہونہار (ہونے والا) ہے۔ وہ کسی سے بھی نہیں ٹل سکتا۔ کسی طرح کا اس میں ہیر پھیر نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے رنج کرنے سے کیا حاصل؟

کرم سے نہ پراپت (میسّر۔ حاصل) ہونے یوگیہ (لائق) وستو نہیں مل سکتی۔ اور جو اَوَشیہ ہونہار (ضرور بالضرور ہونے والا) ہے۔ وہی ملتا ہے۔ کیونکہ وِدھاتا ہی بلوان ہے۔

پرانی وہی کام کرتے ہیں۔ جس کے لیے کال ان کو پریرنا (حکم۔ تاکید)

انگیخت) کرتا ہے۔ سنسار میں سب کام کال کے پربھاو سے ہی ہوتے ہیں۔ اس لیے بدھیمان کو اُپکاری (بھلے) کی تعریف اور بُرے کی نِندا (بدتعریفی) نہیں کرنی چاہیے۔

اُتر تو سے سمجھ دار لوگ دُکھی نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کا بُرا بھلا تو دَیو (قسمت۔ قدرت) کے آدھین (تحت۔ تابع) ہے۔

جو ہونی ہے وہ ہونی ہے۔ اور جو نہیں ہونی ہے۔ وہ نہیں ہوگی۔ اس لیے اِشٹ (مراد) کے پورا ہوتے اور اَنِشٹ (دُکھ۔ نقصان) ملنے پر دُکھی ہونا یا رنج کرنا بدھیمان (دانا) کا کام نہیں ہے۔ ہونی اٹل ہے۔ اس لیے رنج بیکار ہے۔

کرم میں جو لکھا ہے۔ وہ منُش کو بھگتنا ہی پڑتا ہے۔

کوئی ایشوری قانون کا اُلنگھن (عدم پیروی۔ توڑ۔ مخالفت) نہیں کر سکتا۔ کرم کے نیم (ضابطے) میں اَپواد (نقص۔ خلل۔ فتور) نہیں ہے۔ سب کو سمان (برابر) ارتھات (یعنی) یوگیتا (استحقاق) کے انوسار پھل ملتا ہے۔

دَیو (وقت۔ بھاگ) اور بھوِتویہ (ہونی) کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ نہ بدل سکتا ہے۔ صرف سَروگیہ (عالمِ کُل)، سَرب دَرشی (ناظرِ کُل) وِدھاتا ہی میں شکتی ہے۔ کہ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں۔ انسان سنکلپ (ارادۂ محض) سے کسی کام کو سِدھ نہیں کر سکتا۔

وِدھاتا کے مقرر کیے ہوئے وقت پر ہی انسان سب چیزوں کو پا سکتے ہیں۔ جب تک وہ وقت نہ آئے۔ تب تک محض وِدیا یا بُدھی کے پربھاو سے کوئی دھن کمانے کا یوگیہ (سزاوار) نہیں ہو سکتا۔ سب کاموں کی سِدھی (درستگی) کے لیے کال (وقت، زمانہ) ہی مُکھیہ (مقدم) ہے۔

ہونی اَچل ہے۔ اَٹل ہے، سَروگت (سب میں شامل) ہے۔ ہر جگہ موجود ہے۔ اَویکت (پوشیدہ)، نِرکار رَہت (بے خلل) اور سُوکھشم (لطیف) ہے۔

اس سنسار کی موہ مایا میں پھنسے ہوئے جیووں کو سُکھ کے بعد دُکھ اور دُکھ کے بعد سُکھ پراپت ہوتا ہے۔ اس طرح سُکھ دُکھ کا چکر چلتا رہتا ہے۔ سُکھ سدا رہتا ہے اور نہ دُکھ ہی سدا رہتا ہے۔ سُکھ، دُکھ، پریہ، اَپریہ (مرغوب،

نامرغوب) جس وقت جو آگے آئے اسے دِھیرج کے ساتھ بھوگنا ہی مناسب ہے۔

آلس ہی دکھ کا مَعدِن ہے۔ پُرشارتھ (جدّوجہد، سعی وعمل) ہی سُکھ کا کارن ہے۔ اس لیے ایشوریہ (مال ودولت، جاہ وحشمت)، سُکھ سمپتی (لکشمی) کیرتی (شہرت) دیا، یش (ناموری) اور دھرتی (استقلال) وغیرہ گُن آلس رہت (مُستعد۔ چاق وچوبند) آدمی کے پاس ہی رہتے ہیں۔ آلسی (سُست، کاہل) کے پاس کبھی نہیں آتے۔

صرف شریر ہی دُکھ سُکھ کا ستھان ہے۔ جیو جس شریر سے جو کرم کرتا ہے اسی شریر کے ذریعے سے اس کا پھل بھی بھوگتا ہے۔

اس سنسار میں جو حد درجے کے مُوڑھ یا اگیانی ہیں۔ اور جو پورے اُتم گیانی ہیں۔ یہ دونوں ہی سُکھ پُورَوک (راحت سے بریز، سُکھ بھرا) جیون بسر کر سکتے ہیں۔ درمیانی درجے کے یعنی نیم گیانی پُرش ہی کئی طرح کے دُکھ اور کلیش بھوگتے ہیں۔

جو آدمی سدا پرائے دُکھ سے دُکھی رہتا ہے۔ وہ کبھی بھی سُکھ پراپت نہیں کر سکتا۔

دُکھ کا کسی کال میں بھی ناش نہیں ہوتا۔

سُکھ سے بڑھ کر تِروَرگ (دھرم، ارتھ، کام) کا اور کوئی پھل نہیں ہے۔

سُکھ دُکھ کی گھٹتی بڑھتی سب دَیو (پرارَبدھ) کے ہاتھ میں ہے۔

دوست کسی کو سُکھ دینے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ دشمن بھی دُکھ نہیں دے سکتے۔ اور عقل مند ہونے سے بھی دَھن نہیں ملتا۔ اور دَھن ہونے پر بھی سُکھ نہیں ملتا۔ عقلمندی دھن کا کارن نہیں ہے۔ اور مُوڑکھتا (بے وقوفی، حماقت) غریبی کا کارن بھی نہیں ہے۔

سنسار میں جو ہزار طرح کے شوک اور وَرتمان (احوال) ہیں۔ وہ صرف اگیانی لوگوں کو ہی دکھ دیتے ہیں۔ گیانیوں کو وہ چُھو بھی نہیں سکتے۔

جس پُرش کی اِندریاں بس میں ہوتی ہیں۔ اس کی بُدھی ستھر ہوتی ہے۔ جس کا من دُکھوں کے آنے پر بھی دُکھی نہیں ہوتا۔ اور سُکھوں میں جس کی ترشنا نہیں ہے۔ جس کے راگ (موہ) بھئے (خوف) اور کرودھ (غضب) نشٹ (معدوم) ہو گئے ہیں۔ ایسا مُنی ستھر بُدھی والا (قائم العقل) کہلاتا ہے۔

جو پُرش سینہہ (موہ) سے بالکل خالی ہو کر شُبھ اور اشُبھ کو پاکر ہرش (ہرکھ - خوشی) یا دویش (رنج) نہیں کرتا۔ اس کی بُدھی ستھر (دُشم ماشکام) ہے۔

جو انسان مَن میں پیدا ہونے والی بے شمار خواہشوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس لوک پرلوک میں کسی چیز کی خواہش نہیں کرتا۔ آتم گیان ہی میں مگن اور اپنے آپ میں خوش اور سنتشٹ (مطمئن) رہتا ہے۔ وہ ستھر بُدھی والا کہلاتا ہے۔

کچھوا اپنے اعضا کو جیسے سمیٹ لیتا ہے۔ ویسے ہی پُرش جب سب طرف سے اپنی اندریوں کو اندریوں کے وِشیوں سے سمیٹ لیتا ہے۔ تب اس کی بُدھی ستھر ہوتی ہے۔

وِشیوں میں خیال کرنے سے پُرش کا ان وِشیوں میں لگاؤ ہو جاتا ہے۔ اور اس لگاؤ سے ان وِشیوں کو بھوگنے کی کامنا (خواہش) پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کامنا میں رکاوٹ پڑنے سے کرودھ پیدا ہوتا ہے۔ اور کرودھ سے مُوڑھتا (بے وقوفی) پیدا ہوتی ہے۔ یعنی سب سُدھ بُدھ ماری جاتی ہے۔ بُرے بھلے کی تمیز نہیں رہتی۔ پھر مُوڑھتا سے سمرتی (حافظہ) بھرشٹ ہو جاتی ہے۔ جس سے انسان سَت اُپدیش کو بھول جاتا ہے۔ سمرتی کے بھرشٹ ہو جانے سے بُدھی یعنی گیان شکتی کا ناش ہو جاتا ہے۔ اور بُدھی کے ناش ہونے سے پُرش ہی نشٹ ہو جاتا ہے۔

جو بُرائیوں کے عروج و زوال کی حقیقت کو جانتے ہیں۔ انہیں دُکھ کسی حالت میں بھی چھُونے کے قابل نہیں ہوتا۔

جو کچھ بھی ممتا کے ذریعے اُتپنّ ہوتا ہے (معرضِ وجود میں آتا ہے)۔ وہی دُکھ کا کارن ہُوا کرتا ہے۔ اور جن جن وِشیوں (باتوں) کا تیاگ کیا جاتا ہے۔ وہی سُکھ کا کارن ہوتے ہیں۔ یعنی جس وِشے میں ممتا کی جاتی ہے۔ وہی دُکھدائی اور جس سے ممتا ہٹا لی جاتی ہے۔ وہ سُکھدائی بن جاتا ہے۔

کامنا کا جس حد تک تیاگ کیا جاتا ہے۔ اسی حد تک منش کو سُکھ ملتا ہے۔ جو لوگ ہمیشہ کامنا کے بس میں رہتے ہیں۔ وہ سدا دُکھ ہی بھوگا کرتے ہیں۔

وِشے واسنا کو چھوڑ کر سُکھ دُکھ سے مُکت اور شانت ہو کر سکھی رہو۔
دنیا میں جس قدر وِشے بھوگ (لذائذ و شہوات) ہیں۔ ان کا آخری نتیجہ ہمیشہ دُکھ ہی ہوتا ہے۔
ہمالیہ کی مانند اٹل سوبھاؤ والے پنڈتوں کو کبھی غُصّے سے مغلوب، وِشیوں میں پھنسا ہُوا رنجیدہ یا خوش نہیں دیکھا جاتا۔ وہ لوگ بھاری مصیبت میں بھی چنتا نہیں کرتے۔ بہت سا دھن ملنے پر بھی خوش نہیں ہوتے۔ دکھ پڑنے پر جو موہت (آشفتہ، دکھی) نہیں ہوتے اور سکھ دکھ یا دکھ سکھ سے ملی ہوئی اَوَستھا (حالت، کیفیت) کا جو ساؤدھانی (خبرداری، ہوشیاری، احتیاط) سے بھوگ کرتے ہیں۔ وہی سچّے انسان ہیں۔
"ہے دیوراج! وِدھاتا نے جو کام میرے لیے مقرّر کر دیے ہیں۔ انہی کو میں کرتا ہُوں۔ اس لیے مجھے موت سے رتّی بھر بھی ڈر نہیں ہے۔ جو سکھ دُکھ ملتا ہے۔ وہ ضرور ملے گا۔ جو چیز ملنی ہے وہی ملے گی۔ جس مقام کو جانا ہے وہیں جانا پڑے گا۔ جو آدمی ان باتوں کو اچھّی طرح جان کر موہت (فریفتہ، از خود رفتہ) نہیں ہوتا۔ اور دُکھ کے وقت کو بھی سُکھ سے گزار دیتا ہے۔ حقیقت میں وہی وِدھنوان ہے۔
جب سب کچھ تیاگ کر ایک دن کال (موت) کے بس میں ہو کر چلے جانا یقینی ہے۔ تب تم کیوں اپنا کام شُدّھ کرنے کی کوشش نہیں کرتے؟ اور اَنرتھ کرنے والے وِشیوں میں پھنسے ہُوئے ہو؟ تم بنا سہارے اور زادِ راہ کے کس طرح تاریکیوں بھرے دشوار گزار پرلوک کے مارگ (راستے) میں جاؤ گے؟
پرلوک جاتے وقت شُبھ اور اَشُبھ کرموں (نیک و بد اعمال) کے سوا اور کچھ تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔
سکھ دُکھ کے آنے پر اُبھیمان رہت ہو کر اسے بھوگ کرنا ہی اچھا ہے کیونکہ پرارَبدھ کے انوسار جو کچھ پیش آتا ہے۔ وہ اٹل ہوتا ہے۔
اَوِناشی برھم میں جگت کے سمپُورن پرانی (سارے ذی جان) پرلے کال (قیامت) کے وقت اس طرح لین (مدغم، شامل، جذب) ہو جاتیں گے۔ جیسے دھاگے میں مالا کے موتی گُتھے ہُوئے ہوتے ہیں۔

کسان لوگ جیسے بیج بو کر اس کے پھلنے کا انتظار کرتے ہیں۔ ویسے ہی سُکھ اور ترقی کے وقت کا انتظار کرو۔ مانسِک دُکھ سے بیاکُل (بیکل - بے چین) دنیا میں آ کر دکھ اور سکھ سبھی کو بھوگنا پڑتے ہیں۔ کچھ ایک ہی کو شوک اور دُکھ نہیں ہوتا۔

اُسَنتوش (بے صبری، لوبھ) کا انت نہیں ہے۔ اس لیے سنتوش (صبر) ہی پرم سُکھ ہے۔ سب سکھوں کا مُول ہے۔

سَنتوش سے بڑھ کر کوئی چیز سریشٹ نہیں ہے۔ جیسے کچھوا اپنے اعضا سمیٹ کر اپنے جسم کے اندر کر لیتا ہے۔ ویسے ہی جس کی سَمپُورن واسنائیں (تمام خواہشیں) اپنے اندر ہی سما جاتی ہیں۔ اس سنتوشی (صابر) مہاتما کے اَنتہ کرَن میں آتم جیوتی (روشنی ذات) پَرگٹ ہوتی ہے۔ جس وقت سادھک (خدا ترس، پارسا) پُرش، واسنا اور دویش وغیرہ دُرگُنوں (بُرے وصفوں - عیبوں) کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ اور کسی جاندار سے خوفزدہ نہیں ہوتے اور نہ ہی ان سے کوئی خوف کھاتا ہے۔ تبھی ان کو آتم درشن ہوتا ہے۔

پُرانیوں میں موہ ممتا رکھنے سے من کا بندھن ہو جاتا ہے۔ اس لیے یوگیوں کو کبھی بھی موہ ممتا نہیں رکھنی چاہیے۔ اچھا کام کرنے سے خواہ دُکھ ہی اٹھانا پڑے۔ تو بھی ہمیشہ اچھے ہی کام کرو۔

جو آدمی اَہنسا (ترک ایذا رسانی) ستیہ (صداقت) دَیا (لطف و عنایت) اور کشما (عفو و درگزر) کا بیوہار کرتا اور ساوَدھان (باخبر، ہوشیار) رہتا ہے۔ وہی حقیقت میں سکھی ہے۔ اس لیے سب جیووں پر یکساں درِشٹی (نظر) رکھنی چاہیے۔ ساری مخلوق کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

جب پُرش جسم اور من سے کسی بھی جاندار سے دشمنی نہیں کرتا۔ اور نہ کسی سے کسی چیز کے لیے درخواست کرتا ہے۔ نہ کسی سے کچھ لینے کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ تبھی جاننا چاہیے کہ اسے برہم پراپتی ہوئی ہے۔

لوبھی لوگ شُدھ سوبھاو والے لوگوں سے دویش (بُغض) رکھتے ہیں۔ اور بُزدل بَلوانوں سے۔ لوبھ اور ستّ کا ازل سے وَیر چلا آتا ہے۔

صرف ایک لوبھ ہی ہے جو کہ پُنیہ کے پھل کو کھایا کرتا ہے۔ اس لیے لوبھ ہی سے پاپ پرگٹ ہوتا ہے۔ اور پاپ سے بہت ہی دُکھ پیدا ہوا

کرتا ہے۔ لوگ لوبھ کی وجہ سے پاپ کرم میں پھنستے ہیں۔ اس لئے لوبھ ہی پاپ کا مُول کارن (بُنیادی سبب) ہے۔

کنجوسی، بے چارگی، سُکھ میں بہت ترشنا (ہوس)، بڑے کاموں میں رغبت، حسب نسب اور علم و ہنر کا غرور، خوبصورتی اور دھن کا ابھیمان (تکبّر) سب جیوؤں کے بارے میں اُنشٹ آچیرن (بُرائی کا وچار) ہر کسی کا اپمان (بے عزّتی) کرنا، بے اعتباری اور حماقت کا اظہار کرنا، دوسرے کا دھن چھین لینا، دوسرے کی استری سے صحبت کرنا، مَن کی بے چینی، دوسرے کی نندا، اندریوں کی غلامی، اپنے ہی پیٹ بھرنے کی اچھا، مِتھیا بیوہار (کاروبارِ کذب و دروغ) زبان کا چسکا، کان کا چسکا، نیچتا (نیچ پن) اپنی بڑائی، حسد، (دوسرے کی ترقی دیکھ کر جلنا) وغیرہ سب لوبھ کی وجہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے گہرے پانی والی ندیوں کے گرنے سے سمندر کبھی نہیں بھرتا۔ ویسے ہی ہمیشہ پھل پراپت ہونے پر بھی لوبھی کبھی بھرپور نہیں ہوتا۔ خواہ اس میں تولوک (دنیا، آخرت، پاتال) کا دھن ڈال دیا جائے۔ لوبھ کا برتن کبھی نہیں بھرتا۔ جو لوبھ دھن کے ملنے سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ اور کاماؤں کے پُورا ہونے سے کبھی شانت نہیں ہوتا۔ اس لوبھ کو موہ سمیت زیر کرنا جِتیندریہ (فاتحِ نفسِ امّارہ، زاہد) پُرش کا دھرم ہے۔

لوبھی پُرش دوسروں کی غلامی کے جال میں پھنسا رہتا ہے۔

کسی کی ترشنا کبھی شانت نہیں ہوئی۔ اور ہوگی بھی نہیں۔

دھن کی ترشنا سے کبھی سُکھ پراپت نہیں ہوتا۔ کوئی پُرش بھی دھن کی ترشنا کا پار نہیں پا سکتا۔ دھن پراپت ہونے پر بھی بہت سی چنتائیں گھیرے رہتی ہیں۔

پراپت ہوئے دھن کے نشٹ ہونے یا چُرائے جانے پر موت کے برابر دُکھ ہوتا ہے۔

امرت کی مانند لذیذ گنگا جل کی طرح دھن ترشنا کو حد درجے بڑھاتا ہے۔ پُرِیہ (من بھاونی) دُنیوی چیزوں کے ملنے سے کبھی سیری نہیں ہوتی۔ جیسے ایندھن ملتے رہنے سے آگ کبھی شانت نہیں ہوتی۔ بلکہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ دھن کے لیے جَپ کرنے والے کو دھن تو ملتا ہے۔ مگر جُوں جُوں دھن

بڑھتا ہے۔ توں توں ترشنا بڑھتی جانے پر آخرکار وہی دھن اس کے لیے نرک روپ بن جاتا ہے۔

ارتھ (دھن) سے مہان انرتھ ہوتے ہیں۔ ایک تو اس کے کمانے میں بڑا کلیش ہوتا ہے۔ بڑے دکھ ملتے ہیں۔ دوسرے اس کی رکھشا (حفاظت) کرنے میں بھی وشے بھوگ کی ترشنا بڑھتی ہے۔ بے پایاں وشے ترشنا ہی آدمی کو برابر دکھ دیتی ہے۔ اور پاپ کرم میں لگاتی ہے۔ اس کا جسم بوڑھا ہو جاتا ہے۔ مگر ترشنا بوڑھی نہیں ہوتی۔ اس لیے ترشنا کو پران ناشک (مہلک۔ جان لیوا) روگ کہہ سکتے ہیں۔

یہ سنسار ترشنا کے بس میں رہ کر چکر کی طرح گھومتا رہتا ہے۔ جیسے کمل کی نال کی سوت اس کے اندر اندر رہتی ہے۔ ویسے ہی ترشنا آدمیوں کے جسموں میں رہتی ہے۔ درزی جیسے کپڑوں کو سوئی دھاگے سے سی دیتا ہے۔ ویسے ہی یہ سنسار ترشنا سے سیا ہوا ہے۔

جو آدمی وشے ترشنا کا تیاگ کر سکتا ہے۔ وہی سچا تیاگی ہے۔
جو من میں وشیوں کا دھیان کرتا رہتا ہے۔ وہ سچا تیاگی نہیں ہے۔
جس طرح سے لکڑی اپنے جسم سے پیدا ہوئی اگنی ہی سے بھسم ہو جاتی ہے۔ ویسے ہی اپنی آتما کی برائی چاہنے والا آدمی اپنے انگ سے پیدا ہوئے لوبھ سے نشٹ ہو جاتا ہے۔

آگ میں گھی ڈالنے سے جیسے آگ اور بھی بھڑکتی ہے۔ ویسے ہی وشیوں کے بھوگنے سے بھوگ کامنا کم نہ ہو کر اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ دنیا میں جس قدر دھن، اناج، سونا، مویشی، عورتیں وغیرہ بھوگ کی چیزیں ہیں۔ وہ سب مل کر ایک آدمی کی کامنا کو بھی ترپت (شانت) نہیں کر سکتیں۔ اس لیے بھوگ کی ترشنا کا تیاگ دینا ہی بہتر ہے۔

مورکھ لوگ جس وشے واسنا کے پھندے سے اپنے آپ کو چھڑا نہیں سکتے۔ جو بھوگ کامنا بوڑھے ہو جانے پر بھی شانت نہیں ہوتی۔ اس کو پران گھاتک روگ (مہلک مرض) سمجھ کر اس سے بچنے ہی سے سچا سکھ مل سکتا ہے۔ اس کے سوا دوسرا علاج نہیں ہے۔

"ہے کام! تو جسے دھارن کرتا ہے (گرفت میں لیتا ہے) اسے بھی دکھی

کرتا ہے۔ اس لئے تُو بالک کی طرح مُوڑھ ہے۔ تو دُرلبھ (محال) سُلبھ (آسان، سہج) کچھ بھی نہیں جانتا۔ پاتال کی طرح کبھی نہیں بھرتا۔ کسی طرح سے بھی سیر نہیں ہوتا۔"

جو چیز جیسی ہے اسے ویسا ہی جاننا سَتیہ ہے۔ سَتیہ ہی برہم اور تپ ہے، سَتیہ ہی پرجا کی سرشٹی (تخلیق) اور پالن (پرورش) کرتا ہے۔ سَتیہ سے بڑھ کر پرم دھرم اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جھُوٹ سے بڑھ کر پرم پاپ بھی دوسرا نہیں ہے۔

سب وَرنوں (ذاتوں) میں وِکار رہت سَتیہ ہی سرشیٹھ ہے۔ بھلے پُرشوں کے نزدیک سَتیہ دھرم ہی سدا آدر پاتر ہے۔ سَتیہ ہی سناتن دھرم ہے۔ سَتیہ ہی پرم گتی ہے۔ یہ سارا سنسار سَتیہ کے سہارے ہی قائم ہے۔ سَتیہ ہی اُوِناشی برہم، اُکشے (لا یزال) تپ، اُکشے (پایندہ) یگیہ اور اُکشے (قائم و دائم) وید رُوپ ہے۔

اَن داتا۔ سچ بولنے والا اور بن مانگے حاجت مند کی حاجت روا کرنے والا یہ تینوں ایک ہی لوک میں جاتے ہیں۔

سَتیہ ہی دھرم کا آشرَہ ہے

دھرم سَتیہ میں قایم ہے۔

سَتیہ کا اُبھاو نہیں ہے۔ یعنی ست ترِ کال (تینوں زمانوں ـــــــ ماضی، حال، مستقبل) میں ایک رس رہتا ہے۔

سَتیہ کا سار اِندریوں کا دَمن (قابو کرنا) ہے، دمن کا سار تیاگ ہے۔

ایک طرف ہزار اَشومیدھ (گھوڑے کی قربانی) اور دوسری طرف اَکیلے سَتیہ کو ترازو میں رکھنے سے ہزار اَشومیدھ سے اکیلا سَتیہ ہی بھاری نکلے گا۔

سَتیہ بولنے سے اس دنیا میں اور پرلوک میں جیسا کلیان ہوتا ہے، ویسا یگیہ، دان اور نیم پالن سے بھی نہیں ہو سکتا۔ سَتیہ (امرت) اور اَسَتیہ (مرتیو) دونوں جسم ہی میں رہتے ہیں۔ اَسَت یعنی موہ سے انسان مرتیو کے بس میں ہو جاتا ہے۔ اور سَتیہ سے امرت (ابدی زندگی) کو پراپت کرتا

ہے۔

گیان اور کلیان پراپت کرنے کا سب سے اچھا سادھن ستیہ ہی ہے۔

جو آدمی سچ بولتے اور سوکشم دھرم کو جاننے کی خواہش رکھتا ہو۔ اسے ہنسا، نندا۔ دشٹتا (بدمعاشی) کٹھورتا (سختی) اور ظلم کو چھوڑ کر کم گو ہونا اور سچ بولنا چاہیے۔

ستیہ کے سب کام سچنوں ہی سے سدھ ہوتے ہیں۔ اس لئے سچ بولنا ہی اچھا ہے۔

انسان کو سچ بولنا چاہیے۔ مگر جہاں سچ بولنے سے کسی کا انشٹ (نقصان) ہوتا ہو۔ وہاں سچ کو چھوڑ کر جھوٹ بولنا ٹھیک ہے۔ سچ وہی ہے کہ جس سے انسان کا کلیان ہوتا ہے۔ جس سے سرو سادھارن (خاص وعام، سب) کا بھلا اور اپکار ہو۔ وہی سچ ہے۔

ہنسی مذاق کے وقت، استری کے پاس، بواہ کال میں، گورو کے لیے، اور اپنی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنے سے دوش نہیں ہوتا۔

اپنے یا دوسرے کی پران رکھشا کے لیے متھیا بچن (قولِ کاذب) کہنے سے منشیہ پاپی نہیں ہو سکتا۔

استری رتی (استری بھوگ۔ مجامعت) کے وقت متھیا بچن کہنے سے انسان پاپی نہیں ہو سکتا۔

جو ستیہ ہے وہی دھرم ہے۔ جو دھرم ہے وہی پرکاش (نور، روشنی) ہے۔ اور جو پرکاش ہے وہی سکھ ہے۔ استیہ (جھوٹ) ہی ادھرم ہے اور جو ادھرم ہے وہی اندھکار (اندھیرا) ہے۔ اور جو اندھکار ہے وہی دکھ ہے۔

جھوٹ اندھکار سوروپ ہے۔ انسان اگیان، اندھکار سے ڈھک جانے پر ستیہ روپی پرکاش کو نہیں دیکھ سکتا۔ ستیہ روپی پرکاش سورگ اور اندھکار روپی استیہ نرک ہے۔ جھوٹ سے اگیان پیدا ہوتا ہے۔ اور اگیان سے کرودھ، لوبھ اور ہنسا کا بھاو پیدا ہوتا ہے۔ جھوٹ ہی کی بدولت انسان دھرم کو چھوڑ کر ادھرم کرنے لگتا ہے۔ اس لئے جھوٹ بولنے والے کو سکھ کیسے مل سکتا ہے؟

انسان کو ہمیشہ سچ بولنا چاہیے۔ ستیہ سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ ستیہ میں سب کچھ قائم ہے۔

سب لوگوں میں ستیہ تیرہ پرکار (قسم) کا ہے۔

۱۔ ستیہ ۲۔ سمتا ۳۔ دم ۴۔ اماتسریہ
۵۔ کھشما ۶۔ لجا ۷۔ تتکشا ۸۔ ہنداریت ہونا
۹۔ تیاگ ۱۰۔ دھیان ۱۱۔ آریتوہ ۱۲۔ دھرتی
اور ۱۳۔ اہنسا (عدم تشدد)

۱۔ اوناشی اور وکار رہت نشیہ وستو (چیز) کا نام ہی ستیہ ہے۔ سچی اور میٹھی بات کہنا، کسی بھی دھرم کی مخالفت نہ کرنا جو ایک گیان یوگ ہے۔ اس کی پراپتی سے ہی ستیہ پراپت ہوتا ہے۔

۲۔ اچھا، دویش اور کام کرودھ کے نشٹ ہونے پر، اپنے اور دشمن کے برے بھلے وشیوں میں یکساں نظری کو سمتا کہتے ہیں۔ دوست اور دشمن کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنے کا نام ہی سمتا ہے۔

۳۔ اندریوں کے وشیوں میں آسکتی رہت ہونے کو دم کہتے ہیں۔ دم ارتھات اندریوں کو قابو میں رکھنے یعنی اندریہ دمن سے دھیرج اور گھمبیرتا بڑھتی ہے۔ بھے (خوف) اور روگوں کو شانتی ملتی ہے۔ یہ گیان کے پربھاو سے پراپت ہوتا ہے۔

۴۔ سنیم (خود ضبطی) کو اماتسریہ کہتے ہیں۔ لوگ ہمیشہ ستیہ کے مارگ میں قائم رہنے سے متسر (حسد و بغض) سے رہت ہوتے ہیں۔

۵۔ معاف کرنے، پریہ اور اپریہ (پسند و ناپسند) چیزوں کو جس شکتی کے سہارے سے نیک اور سداچاری لوگ سہن کرتے ہیں۔ اسے ہی کھشما (کشما، چھما، شما) کہتے ہیں۔ یعنی جس شکتی سے دوست اور دشمن کی زیادتیوں یا غلطیوں کو نظر انداز کر کے اسے اپنی مانند ہی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کا نام ہی کھشما ہے۔ ستیہ وادی (راست گو) لوگ ہی اس شکتی کو پراپت کرتے ہیں۔

۶۔ شانت چت اور ستھر چت والے بدھیمان مہاتما لوگ جس طاقت سے کلیان کاری (بھلے) کاموں کو پورا کرتے اور کسی جگہ بھی اپنے شبھ

کرموں کی وجہ سے مَن میں گلانی (ناخوشی، رنجیدگی، بیزاری، ماندگی) نہیں لاتے۔ اسے ہی لجّا کہتے ہیں۔ یہ نشکپتی دھرم سے پراپت ہوتی ہے۔

۷۔ دھرم اور ارتھ کے لیے اور لوک سَنگرہ (سنسار کی بھلائی، فلاحِ عوام) کے لیے کَھشما کرنے کو اہنکشا کہتے ہیں۔ یہ دھیرج سے پراپت ہوتی ہے۔

۸۔ نِندا رہت رہنا۔ کسی کی نِندا نہ کرنا۔

۹۔ ممتا اور وِشے واسنا کے تیاگ کرنے کا نام ہی تیاگ ہے۔ راگ اور دویش سے رہت مہاتما جن (لوگ) ہی تیاگی ہوتے ہیں۔

۱۰۔ دھیان۔ توجّہ

۱۱۔ سرگرمی کے ساتھ سب جانداروں کے شُبھ کرموں کے سدّھ کرنے کو آرجَو (آرجیتا۔ سرلشٹ پن) کہتے ہیں۔ ارتھات یعنی تندہی کے ساتھ نشکام اور موہ رہت ہو کر سب لوگوں کو شُبھ کرموں میں سہایتا (سہارا۔ کمک۔ امداد) دینے کا نام ہی آریہ پن ہے۔

۱۲۔ جس کے ذریعے سُکھ اور دُکھ کی وِکرِتی نہیں ہوتی۔ یعنی سُکھ اور دُکھ جسے اپنے شُبھ ارادے سے نہیں روک سکتے۔ اسے ہی دھرتی کہتے ہیں۔ جو بدّھیمان پُرُش اپنے اَیشوریہ (سُکھ سمپتی) کی خواہش کرے۔ وہ ہمیشہ دھرتی (دھیرج) کا آشرہ لے۔ ہمیشہ کَھشما شیل اور سَتیہ پرائن (پُر صداقت) ہو۔ جس نے دُکھ، خوف اور غصّے کو لات مار دی ہے۔ وہ پنڈت پُرُش ہی دھرتی کو دھارن (اختیار) کر سکتا ہے۔

۱۳۔ مَن، بچن اور کرم کے ذریعے سب جانداروں کے ساتھ مہربانی، شفقت اور محبت کا سلوک کرنا، کسی طرح بھی کسی جیو کو دُکھ نہ دینا، سب پر سدا دَیا کرنا۔ اہنسا کہلاتا ہے۔ یہی بھلے پُرشوں کا سناتن (قدیمی) دھرم ہے۔ یہ تیرہ پرکار کے گُن جب اکٹھے ہوتے ہیں۔ تب سَتیہ کہلاتے ہیں۔

جو چیز بنتی ہے وہ نَشٹ ہوتی ہے۔ جس کا جنم ہوتا ہے اس کی موت بھی ہوتی ہے۔ جو پیدا ہُوا ہے وہ اَوَشیہ (لازماً) ناش ہوگا۔ موت کا کوئی وقت مقرّر نہیں۔ یہ سب دیکھ سُن کر بھی مُورکھ لوگ نہیں دیکھتے، نہیں سنتے!

تیرنا نہ جاننے والا آدمی جیسے ندی میں ڈوب جاتا ہے اور دکھی ہوتا ہے۔ ویسے ہی بے سمجھ آدمی کرم کے سروپ کو نہ جان کر سنسار ساگر میں ڈوبتا اُبھرتا رہتا ہے۔ مگر جیسے تیراک آدمی تیر کر پار کو جاتا ہے۔ ویسے ہی آتم تتو کو جاننے والا پُرش سنسار سے مکت ہو کر کلیش سے چھوٹ جاتا ہے۔

کوئی تو پاپی آدمیوں کو دیکھ کر ان سے نفرت کرتا ہے۔ اور کوئی ان کو دیکھ کر افسوس کرتا ہے۔ مگر جو گیانی کرتویہ، اکرتویہ (کرنی۔ ناکرنی) کا وچار کر سکتے ہیں۔ وہ کبھی شوک نہیں کرتے۔ کینچلی چھوڑتے ہوئے سانپ کی طرح وہ سب پاپوں سے چھوٹ جاتے ہیں۔

با اختیار ہو کر کسی کو نشٹ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ مگر اس سنسار میں بڑے آدمیوں کے لیے کشما کا گُن ہی ان کی شوبھا (زینت) اور بڑائی کو بڑھاتا ہے۔ کشما سے بڑے آدمی کا یش بڑھتا ہے۔

مور اپنا گوپنیہ (گپھیہ - پوشیدہ انگ) دکھا کر ناچنے ہی میں اپنی بڑائی سمجھتا ہے۔

ارتھات یہ سمجھتا ہے کہ میں کیسا اچھا ناچتا ہوں۔ ایسے ہی دُشٹ آدمی کسی کو کڑوے بچن کہہ کر اپنی بڑائی کیا کرتے ہیں۔ اور اپنے کرتوت پر شرمندہ نہیں ہوتے۔

کسی کے نندا کرنے پر جو اس کی نندا کرنے کے غصے کو روک لیتا ہے۔ وہ نندا کرنے والے کا سب پُنیہ لے لیتا ہے۔

جو آدمی سامنے تعریف اور پیٹھ پیچھے نندا کرتا ہے۔ کُتے کی طرح ویسے آدمی کا گیان اور دھرم نشٹ ہو جاتا ہے۔ جو پاپی مہاتماؤں کے پاس جا کر دوسروں کی نندا کرتے ہیں۔ سانپ کی طرح اونچا پھن اٹھا کر اپنی ہی برائیوں کو مشتہر کیا کرتے ہیں۔

جو دوسروں کی کڑوی باتیں سن کر بھی انہیں کڑوے بچن نہ کہے۔ نہ تو کبھی کسی کی نندا کرے نہ سامنے نہ پیٹھ پیچھے۔ مورکھ آدمی کے ذریعے اپمانت (بے عزت) ہونے پر بھی اسے کٹھور بچن نہ کہے۔ وہی سنیاسی ہونے یوگیہ (قابل) ہے۔ وہ اپمان (بے عزتی) ہونے پر سُکھی رہتا ہے۔ مگر جو آدمی ان کا انادر کرتے ہیں۔ وہ دُکھی ہو جاتے ہیں۔